سُر تال کا صوفی آہنگ: ملتان کے صوفیاء کا حصہ

*محمد حسین آزاد

Abstract

The present research in an endeavour to elaborate the dynamics of the Sufi Sama tradition in Multan. The brief historical and religious perspectives of Sufis' contributions to the society enable this paper to evaluate the role of Sufis in the development of Sama/Music tradition in Multan, a center of music witnessed by the ancient history. A particular focus has been made to study the influence of Amir Khusro and other Chishti Sufis on Sama/Music tradition of earlier times. This research also validates the argument that the early Sufis, including the founders of Sufi orders, with the exception of Naqashbandya, used to listen and conduct Sama for spiritual elevation. This paper further explores the tradition of Sama in Chishti Suharwardi orders. It has also been noted that Sufi Sama gained vigor after the revival of Chishtiya order during eighteen centuries and the Khulafa of Khawaja Noor Muhamad Muhurvi played a significant role in the development of Sama tradition in Multan. However, this period did not prove to be innovative and experimental; rather, it continued the old tradition.

Keywords: Surtal, Sufi, Sufism, Sama (Sufi Music)

سُر تال، خالق حقیقی کی حسنِ تخلیق کا شاہکار ہے۔ کائنات کی ہر دوسری مخلوق کی طرح اس کے اندر بھی ایک ترتیب، تنظیم اور تناسب موجود ہے جس سے کائناتِ ارضی وسماوی کی ہر شئے محظوظ ہوتی ہے۔ سُر تال کی تاریخ یثاقِ ازل سے جڑی ہوئی ہے۔ نغمہ الست سے آج بھی قَالُوا بلٰی کی صدائیں آ رہی ہیں۔ صوفیاء پر آج بھی صدائے کن کا کیف طاری ہے۔ یوم الست کی اس تقریب میں خالقِ ازل نے جب ارواح انبیاء سے مخاطب ہو کر: أَلَسْتُ بِرَبِّكُم فرمایا، تو اس کے غنائی ترنم سے تمام روحیں وجد میں آ کر سجدہ ریز ہو گئیں۔ أَلَسْتُ بِرَبِّكُم میں ایسا کیف و

---

*پرنسپل، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج، ملتان۔

سرور تھا جس کے حسنِ صوت نے ہر روح کو مسحور کر دیا۔ ہر روح آج تک اسکی لذت سے سرشار ہے۔ ابو بکر کلاباذی (م ۳۸۰ھ) فرماتے ہیں: یہ وہی صدائے کن ہے جو أَلَسْتُ بِرَبِّكُم میں خالقِ ازل نے اولادِ آدم کی ارواح کو مخاطب ہو کر دی تھی، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے یک زبان ہو کر قالو بلی کہا۔ وہی صدا اور وہی ذکر ذرّیت آدم کی عقول میں راز کی صورت میں پوشیدہ رہا جو آواز دینے پر ظاہر ہو گیا اور روحیں بے قرار ہو کر وجد میں آ گئیں۔ (۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ سُر اور روح کا رشتہ ازل سے ہے۔ شہاب الدّین سُہروردی (م ۶۳۲ھ) کے اس ارشاد سے اس اَمر کی مزید وضاحت ہوتی ہے: سُر تال کا رشتہ روح اور جسم سے ازلی اور قدیمی ہے۔ اتنا ہی قدیم جتنا کہ انسان اوّل آدمؑ اور حوّا کا ہے۔ ان دونوں کے درمیان اُنس و محبت کا واسطہ بننے والا وہ حسنِ تکلّم ہے جس نے ان کی روحوں کو مسرور کر دیا۔ روح نے جسمِ آدم میں بے قراری محسوس کی تو امرِ کن کے سُروں نے اسے قرار بخشا۔ روح انسانی، حسنِ صوت سے مسرور ہوئی، یہاں تک کہ دونوں کے درمیان راز و نیاز اور اُنس و محبت کا ایسا وسیلہ بنی جس نے آدم و حوّا کو محبت کے بندھن میں باندھ دیا۔ جس طرح آدمؑ مذکر اور حوّا مؤنث ہیں، اسی طرح نفس مؤنث اور روح مذکر ہے۔ روح عاشق اور نفس معشوق، روح کو سُر تال اور لَے اس لیے محبوب ہیں کہ عاشق و معشوق کے درمیان مکالمت و مراسلت کا سبب بنتے ہیں۔ (۲)

روح اور نفس کے باہمی ربط میں سُر تال کا مرکزی کردار ہے بلکہ فطرت کا ہر منظر اس کا طلب گار ہے۔ خالقِ ازل خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ ہر شئے کا وہی خالق ہے لیکن صورتوں میں خوبصورت چہرہ اور آوازوں میں عمدہ آواز اسے زیادہ پسند ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث فرمائے وہ سب حسین و جمیل اور حسنِ تکلّم میں بے مثل تھے۔ امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) نے قتادہ کی روایت سے ارشادِ نبوی ﷺ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث فرمائے، سب کے سب خوش الحان تھے۔ (۳) علامہ بدر الدّین عینی، شارح بخاری نے بھی زبور کے ان مزامیر کی تائید کی ہے۔ (۴) ابن حجر عسقلانی (م ۸۲۸ھ) نے بھی لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس ایک باجا تھا جس پر وہ زبور کی تلاوت کرتے۔ خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے۔ (۵) سید مرتضٰی زبیدی لکھتے ہیں کہ سیدّنا داؤدؑ ستر لہجوں میں زبور کی تلاوت کرتے اور ایسے لحن اور انداز سے پڑھتے کہ بیمار بھی صحت یاب ہو جاتا۔ (۶)

آنحضور ﷺ نے ہمیشہ اپنے صحابہ کو عمدہ آواز اور لحن کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ خود بھی بہت شیریں کلام اور خوش آواز تھے۔ جب بھی قرآن کی تلاوت فرماتے یا کسی سے بات کرتے تو ایسا حسنِ تکلّم ہوتا کہ سننے والے دل گیر ہو جاتے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ کی آواز میں بہت ترنم تھا۔ ایک بار انہوں

نے رسول رحمت ﷺ کے سامنے تلاوت فرمائی تو وہاں پر موجود حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب ایسی کیفیت پیدا ہو جائے تو معبودِ برحق سے دعا مانگا کرو۔(۷) سُریلی آواز دل میں گداز پیدا کرتی ہے۔ ایسے قلوب ہی یادِ الٰہی میں روتے ہیں اور ایسے دل ہی اللہ کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر ایسی کیفیت غنا اور سُر تال سے پیدا ہوتی ہے۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کسی بات پر اتنی توجہ نہیں فرماتا جس قدر وہ خوش آواز پیغمبر حق کے کلام پر فرماتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ لحن کے ساتھ قرآن پڑھنے والے کی آواز کو بھی غور سے سنتا ہے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر لحن سے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور ترتیل سے پڑھا۔ اپنے صحابہ سے بھی فرمایا کہ کلامِ الٰہی کو اپنی عمدہ آواز سے زینت دیا کرو۔(۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لحن سے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ نساء تلاوت فرمائی تو آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔(۹)

مذکورہ حدیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شادی بیاہ، عید اور میلے ٹھیلے کے دنوں لوگوں کو روایتی گیت اور مقامی رقص کی اجازت دے دیتے جیسے حبشیوں کو مسجد نبوی میں کھیل کود اور روایتی رقص کی اجازت دے دی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک بار شادی کے موقع پر دَف، سُر تال اور لَے کے ساتھ گیت گانے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ربیع بنت معوذ بن غفراء کے گھر ان کنیزوں کا گانا سنا۔ آپ جب ان کے گھر تشریف لے گئے تو وہ غزوۂ بدر کے شہداء کے بارے میں گا رہی تھیں۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ کی تعریف شروع کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی جاری رکھو جو تم پہلے گا رہی تھیں''۔(۱۰) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے ایک حدیث سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ آنحضور ﷺ کے سامنے حبشی دَف بجا رہے تھے اور گا رہے تھے کہ محمد ﷺ مردِ صالح ہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ وہ یہ گا رہے ہیں محمد ﷺ بندہ صالح ہیں۔(۱۱)

سُر تال کی حِلّت و حرمت سے بحث مقصود نہیں، فقط سُر تال، لَے اور حسنِ صوت کی اثر انگیزی اور اس کے کیف و سرور کا جائزہ مطلوب ہے۔ عمدہ آواز، سُر تال اور ساز کس حد تک دلوں پر اثر کرتے ہیں؟ قرآن و حدیث اور صحابہؓ کے اقوال و افعال سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ عمدہ آواز، سوز و ساز، روایتی گیت، اچھے اشعار ترنم کے ساتھ رسول رحمت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سنتے رہے ہیں۔ چنانچہ ابونصر سراج طوسی (م ۳۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

''پُر حکمت اشعار کا پڑھنا، سننا جائز ہوا خواہ وہ اشعار سُر تال کے ساتھ پڑھے جائیں یا حدی خوانی کے ذریعے، حدر، نصب، رجز یا رمل ہو، ان تمام صورتوں میں جائز ہوں گے۔ شرط صرف یہ ہے کہ ان اشعار کا فاسد اور باطل مقصد

وارد نہ پایا جاتا ہو۔ان اشعار میں دین کی دشمنی کا شائبہ ہو اور نہ ہی حد سے تجاوز موجود ہو۔ان صورتوں میں لحن کے ساتھ بھی اشعار سننا مباح ہوگا۔(۱۲)

سُر تال کا صوفی آہنگ:

مذکورہ بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سُر تال، لَے یا حسنِ صورت کے ساتھ کلامِ الٰہی یا پُر حکمت اشعار کی سماعت یا پڑھنا قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین سے ثابت ہے۔البتہ ان کے لیے بقول جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ) وقت، جگہ اور ساتھیوں کا انتخاب بہت ضروری ہے۔(۱۳)

اوّلین صوفیاء جنید بغدادیؒ (م ۲۹۷ھ) سماع کی مجلس منعقد فرماتے۔کسی کے پوچھنے پر کہ سماع کے بارے میں آپ کا کیا مذہب ہے؟ فرمایا: ''ہر وہ چیز جو بندے کو اس کے معبود سے ملا دے، مباح ہے۔چونکہ سماع سے مشاہدۂ حق ہوتا ہے اس لیے یہ جائز ہے''۔(۱۴) ابو طالب مکیؒ (م ۳۸۶ھ) محدّث، مفسّر اور فقیہ بھی تھے، فرماتے ہیں کہ: اہل مدینہ نے ہمیشہ اس ضمن اہل مکہ کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ ہم تک پہنچا ہے۔قاضی ابو مروان اپنی کنیزوں سے سُر تال کے ساتھ سماع کرتے اور صوفیاء کو بھی سناتے۔شیخ عطاء بن اُبی رباح کے پاس دو لونڈیاں تھیں وہ خود بھی سنتے اور اپنے بھائی کو بھی سناتے۔(۱۵) ابو طالب مکیؒ نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جنید، سری سقطی اور ذوالنون مصری سماع کرتے تھے۔یحیٰی بن معاذؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے فرمایا: تین چیزیں جاتی رہیں۔عفت والا حسین چہرہ، دیانت والا حسنِ تکلم اور وفا بھرا بھائی چارہ۔(۱۶) یعنی پُر حکمت اشعار یا عمدہ کلام یا قوالی سننے کیلئے ضروری ہے کہ وقت مناسب اور موزوں ہو۔مقام ایسا ہو جہاں کسی قسم کا شور شرابا نہ ہو اور سامعین اربابِ معرفت، صاحبان وجد اور اخوان الصفاء ہوں۔اس مقصد کے لیے صوفیاء کی خانقاہیں بہترین مقامات، عشاء کی نماز کے بعد کا وقت بہترین وقت اور ہم مشرب اربابِ طریقت موزوں سامع ہیں۔سید اشرف جہانگیر سمنانی (م ۸۰۸ھ) تو مسجد کو بہترین قرار دیتے اس لیے کہ وہ قوالی عبادت سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ عبادت کے لیے مسجد سے افضل جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔وقت میں نماز اور کھانے کے وقت کے سوا باقی وقت کو مناسب سمجھتے لیکن ترجیح عشاء کی نماز کے بعد کے وقت کو دیتے کیونکہ وہ وقت اضطراب و بے چینی سے خالی ہوتا ہے۔(۱۷) ابو طالب مکیؒ (م ۳۸۶ھ) فرماتے ہیں: سماع ایک علم ہے جو صرف اہل صفاء کے لیے مناسب ہے۔ایسا صوفی جس نے اپنا تصفیہ قلب کر لیا ہو، نفسانی خواہشات کو پامال کر دیا ہو اور صرف مشاہدۂ حق کے لیے ایسا کیا ہو تو ایسے سامع پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔(۱۸)

صوفیاء کے نزدیک سماع درحقیقت وہ معانی و مفاہیم اور اثرات ہیں جو سُر تال کو سن کر فہم میں پیدا ہوتے

ہیں اور ایک صوفی کے قلب پر چوٹ لگاتے ہیں جس سے اس پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔(۱۹) سید اشرف جہانگیر سمنانی (م ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں: ایک عمدہ آواز قلوب کو حرکت میں لاتی ہے اور اس میں پوشیدہ آتش عشق کو بھڑکاتی ہے، سماع کہلاتی ہے اور ایسا سماع ہی جائز ہے۔ ہمارے ہاں ایسا سُر تال روا نہیں جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو چکی ہے۔ یزیدُ فِي الخَلْقِ مَايَشاء 'جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ افزائش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے اور جو چیز زیادہ کرتا ہے وہ قطعی دلیل سے ثابت ہے، وَهُوَ الصَّوتِ الحَسَن ،وہ حسن صوت ہے۔(۲۰)

صوفیاء نے علمِ تصوف کی طرح سُر تال کو بھی ایک نئی جہت اور نیا آہنگ دیا ہے۔ علم کا درجہ دینے کے ساتھ سُر تال اور لَے کے لیے آلات بھی ایجاد کیے ہیں۔ سماع کو سماع بالمزامیر اور اس کے بعد مروّجہ قوالی کا درجہ بھی صوفیاء کا دیا ہوا ہے۔ سُر تال اور لَے کے مزامیر، جن سے صوفیاء محظوظ ہوتے ہیں یا انہوں نے خود ایجاد کیے ہیں، ان میں عود، بانسری، ستار، طبلہ، طنبورا، ڈھولک اور شہنائی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

سُر تال کی ترویج میں صوفیائے ملتان کا حصہ:

ملتان کا شمار سُر تال، سرود و سنگیت اور لَے کاری کے اوّلین مراکز میں ہوتا ہے۔ ہندوؤں کی رِگ وید ملتان کی فضاؤں میں لکھی گئی اور اس کے اشعار، سُر تال کے ساتھ سورج دیوتا مندر ملتان میں گائے گئے۔ سورج دیوتا اپنے سُر تال اور رقص و سرود اور ہیئت کے اعتبار سے دنیا کے عظیم سات منادر / ہیکلوں میں شمار ہوتا تھا۔ سورج دیوتا میں سجنے والی محفل سرود کا سنگیت ہندوستان کے راجوں اور راجکماریوں کو اس قدر مسرور اور مسحور کرتا کہ وہ پا پیادہ ملتان کھچے چلے آتے۔ مہارانی راج کماریوں، پنگلا، پدماوتی کا رقص و سرود دیکھنے کے لیے اجین سے سورج دیوتا پہنچی تھی۔ کلّر کہار کے قرب میں کمپلا نگر کے سات مندروں میں سُر تال اور رقص و سرود کا راج تھا۔ کلّر کہار کی شمس رانی کا حسنِ صوت اور کٹاس مندر میں سُر تال پر گائی جانے والی رِگ وید، رامائن اور مہابھارت کے بھجن اور مترنم اشعار ہر سننے والے کے دلوں کو مسرور کرتے۔(۲۱) رِگ وید، یجر وید اور سام وید باجا، طنبورہ اور تاروں والی بین جیسے سازوں پر اپنے سروں کی تانیں بکھیرتے۔ ملتان کا پرُہلا داور سورج کنڈ مندر بھی سُر تال اور رقص و سرود کا مرکز تھا۔ سُر تال اور رقص و سرود کی یہ محفلیں فقط برہمنوں کے لیے مخصوص تھیں۔ بدھ مذہب کی اثر انگیزی نے سُر تال کو برہمن تسلط سے نکال کر عوامی بنا دیا۔ عوام الناس میں پہنچتے ہی ملتان سرود و سنگیت، سُر سوا داور لَے کاری کی وجہ سے پورے عالم کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ہندوستان کے علاوہ خراسان، یمن، یونان، عراق وایران اور خاص طور پر بلخ و بخارا کے باذوق اور صاحبانِ دل ملتان کھچے چلے آئے۔(۲۲)

اُس عہد کا ملتان ارضی مرکزیت اور اپنی قدامت کی بنا پر علم و ادب کے ساتھ علم و موسیقی کا بھی مرکز بن

گیا۔ ایران و یونان اور عرب سُر تال نے سورج مندر کے سرود و سنگیت کو کافی حد تک متاثر کیا۔ دُھر پد راگ اور ہندوستانی موسیقی کے دوسرے چھند، پربند، دھورواور پد جیسے راگوں کو ایک نیا ڈھنگ دیا۔ دھورواور در پد کے امتزاج سے دھر پد وُجود میں آیا۔ دھر پد راگ میں، سُر، لے، تال اور بول سب شامل تھے لیکن سُر کو ان سب میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ دُھر پد مندروں سے نکل کر جب درباروں تک پہنچا تو اس میں کئی جدّتیں شامل ہو چکی تھیں۔ سُر تال کا یہ سفر ارتقائی منازل طے کرتا رہا اور ہر نصف صدی کے بعد اس کے ڈھنگ اور راگ تبدیل ہوتے رہے۔ اسی عہد نے موسیقی کو سات سُر: ''سا، رے، گا، ما، پا، دھا، نی یعنی شڑج، رکھب یا رشب گندھار، مدھم، پنچم، دھیوت، نکھاد یا نشاد دیئے''۔ یہی سات سُر حسنِ صوت کا سرچشمہ ہیں اور باقی پانچ سُر آواز کی رفتار کے فرق سے انہیں سات سُروں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس طرح یہ بارہ سُر بن جاتے ہیں۔ ان بارہ سُروں میں 'سا' اور 'پا' قائم سُر اور باقی پانچ متحرک سُر کہلاتے ہیں۔ متحرک سُر دو دو ہوتے ہیں۔ جو کومل اور تیبر کہلاتے ہیں۔ اس عہد کا ملتان آئے دن سُر تال کو ایک نیا وجود دیتا رہا۔ سُروں کے علم کی نئی نئی راہیں کھلتی رہیں۔ مذکورہ سُروں کا مزید کھوج لگایا گیا جنہیں فنِ موسیقی کے علماء نے سُرتی یا شرتی کا نام دیا۔ یہ شرتیاں آواز کی رفتار کے فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے مقرر کی گئیں اور یہ طے کر لیا گیا کہ شرتیوں کا درمیانی فاصلہ یکساں نہیں ہوتا۔ اس طرح ان سات سُروں کے درمیان والے فاصلے کو بائیس شرتیوں میں بانٹا گیا۔ ان بائیس شرتیوں کے نام بھی رکھ دیے گئے جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ تیبرا یا تیورا، کمودوتی، مندا، چھنداوتی، دیاوَتی، رنجنی، رَتکا، رودری، کرُودھی وجرکا، پرسارنی، پریتی، مارجنی، کِشتی، رَکتا، سَندپنی، اَلاپنی، مَدنتی، رُہنی، رمیا، اُگرا، کشوبھنی۔

ہر شرتی کو سات سُروں کے مطابق اس طرح تقسیم کر دیا گیا جیسا کہ پہلی شرتی یعنی تیبرا "پہلے سُر سا پر ہوگی گویا ''سا'' کا دوسرا نام شرتی کے اعتبار سے تیبرا مقرر کیا گیا۔ (۲۳) سُر تال کے اس ارتقائی سفر نے باقاعدہ ایک علم کو جنم دیا جس نے آگے چل کر ہر ذی روح کو مسرور کیا۔ محمد بن قاسم (م ۹۸ھ) جب ملتان آیا تو اس وقت سُر تال عروج پر تھا۔ موسیقی کے ڈھنگ اور راگ اپنے اندر کئی رنگ لیے ہوئے تھے۔ ابن قاسم کے لشکر میں موجود عرب شعراء اور موسیقی کے علماء نے ملتان کی موسیقی کو ایک نئی جہت دی۔ عربی اشعار کو بغیر ساز سننے کا آغاز کیا۔ دَف، بربط اور عود کو بھی رواج دیا۔ اس طرح سورج دیوتا کے سرود و سنگیت کے مقابلے میں حسنِ صوت کا ایک نیا ڈھنگ سامنے آیا جو صوفیاء میں پہنچ کر سماع کے نام سے منسوب ہوا۔ سماع کا یہ انداز خالصتاً عربی طرز کا تھا۔ جس کے قائل صحابہ، تابعین اور تبع تابعین بھی رہے۔ جنید بغدادیؒ (م ۲۹۷ھ) سے لے کر اجمیر کے خواجہ معین الدین

چشتیؒ (م۶۳۳ھ) تک تمام سلاسل کے صوفیاء عمل پیرا رہے۔ عربوں کے آنے کے بعد سُر تال کا رنگ بدل گیا۔ سورج دیوتا اور پر ہلاد کے رقص و سرود کے بالمقابل حجاز و عراق کے حرف وصوت اور ایران کے عظیم صوفی ابو سعید ابو الخیرؒ (م۴۴۰ھ) کی فارسی رباعیات نے وجد و سماع کا رنگ پیدا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی شیخ سعدی شیرازی (م۶۹۱ھ) کی غنائی شاعری نے سماع کے پھیکے پن میں کیف و سرور کا رنگ بھرا اور بابا فرید (م۶۷۰ھ) کے مزاجِ سماع نے ملتان کے سُر تال اور سر ودو سنگیت کو نیا موڑ دیا۔ سورج دیوتا کے رقص و سرود، سُر سنگیت، سماع بالمزامیر، غزل، رباعی، مثنوی اصوات مسنونہ اور ملاہی موزونہ کی صورت میں ارتقائی سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قول قلبانہ جیسی دل کو موہ لینے والی صنف وجود میں آ گئی۔ قول قلبانہ دُھنیں نئے نئے رنگ بکھیرتیں سیدھی سادھی، ہلکی پھلکی دھنوں پر مشتمل ہوتیں۔ ایرانی غزل بھی چھوٹی منجھولی تالوں کے ساتھ سُر کا سفر طے کرتی رہی۔ مقامی گائیک فارسی سیکھنے لگے۔ کلاسیکی موسیقی پروان چڑھنے لگی۔ عربی اقوال دیکھنے کو عربی لیکن اسکی بندش سراسر مخلوط ہو کر رہ گئی تاہم غنائی کیفیت بھر پور ہو گئی۔ درتیلے، درتیلے یا "توم توم" "تنا توم" یا یلکی یلکی، دردانی، دردانی، یا تنا نارے، جیسے مترنم بول مختلف سُر تال اور لَے کاری کے امتزاجی مرکب کی صورت میں سامنے آئے۔ دہلی کے سلطان معز الدّین کیقباد کا دربار اسکی جلوہ گاہ بن گیا۔ سلطان علاؤالدّین خلجی کی مجالسِ سرودو سرور، سراسر غزل کے رنگ میں ڈھل گئیں۔ انہیں دنوں دہلی میں امیر خسرو بطور فارسی شاعر سامنے آ چکا تھا اور اس کے پُرسوز و نغماتی اشعار بقول بَرنی سلطان دہلی کے دربار کا سنگار بن چکے تھے۔ آئے دن وہ نئی غزل نئی دھن کے ساتھ سلطان فیروز الدّین خلجی (۱۲۹۰۔۱۲۹۶ء) کو سناتا اور داد کے ساتھ انعام و کرام پاتا۔ (۲۴) عہد علائی کا ملتان رقص و سرود کے ساتھ غزل گائیکی اور سماع کا مرکز بن چکا تھا۔ ایران و خراسان کے کاملینِ صوت اپنی سُر تال کا جادو جگا رہے تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی (م۶۶۶ھ) کے خلیفہ فخر الدین عراقی (م۶۸۸ھ) نئے اشعار اور سماع کی محافل سجا رہے تھے۔ شاہِ روم کے وزیر امیر معین الدّین پروانہ کے خوش شکل اور خوش گلو حسین قوالی کے ساتھ روزانہ اپنے اشعار کی مجالس قائم کر رہے تھے۔

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است	:	کز نغمہ او نہ فلک اندر تگ و تاز است
از صدائی نغمہ ہائی مسطربان	:	کوہ اگر جنبد عجب آنرا مدان (۲۵)

خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی (م۶۳۳ھ) ملتان پہنچے تو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مہمان ہوئے۔ مہمان نوازی خوب ہوئی لیکن خواجہ قطب الدین نے میزبان سے فرمایا کہ آپ نے مہمان کی خشک دعوت کی ہے۔ میزبان شیخ بہاء الدین زکریاؒ سمجھ گئے کہ ان کے مہمان کی روحانی غذا سماع ہے۔ قوّالوں کو بلایا گیا اور انہوں نے

فخر الدّین عراقی کے اشعار لحن کے ساتھ گانا شروع کیے:

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست : کز نغمہ اونہ فلک اندر تگ وتازاست

ترجمہ: ''کسے معلوم کہ عشقیہ آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں۔''

عراقی کے اشعار اور پھر قوّالوں کی سُریلی آواز سے ایسا سحر طاری ہوا کہ خانقاہِ بہائیہ کے درودیوار جھوم اٹھے۔ خواجہ قطب الدّین اور ان کے ساتھیوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ دیر تک حالتِ وجد میں رہے۔ اسی دوران شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی خانقاہ کے علماء معترض ہوئے کہ مشربِ سہروردیہ میں تو سماع روانہیں، آپ نے اجازت کیونکر دے دی؟ آپ نے فرمایا: ''آپ لوگ بھی عجب دیوانے ہیں۔ اس شخص کو سماع سے روک رہے ہو جس کی دربانی بہاء الدین زکریاؒ جیسا مرد کر رہا ہے۔ اگر تم روک سکتے ہو تو روک لو۔ علماء محفل سماع میں پہنچے اور جاتے ہی ان کی حالت غیر ہوگئی۔ سماع میں نہ فقط شامل ہوئے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی کے ہاتھ پر بیعت ہو کر انہیں کے ہو گئے''۔ (۲۶)

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ سلسلہ سہروردیہ میں شیخ الشیوخ شہاب الدّین سہروردی (م ۶۳۲ھ) کے مرید تھے۔ آپ کے ہاں سماع کا رواج نہیں تھا تاہم شیخ الشیوخ کی اتباع میں کبھی سماع کا انکار نہیں کیا۔ شیخ امام مجد الدّین خوارزمی کے استفسار پر شیخ الشیوخ نے جواباً لکھا کہ: سماع آپ کے لیے مباح ہے لیکن آپ کے غیر کیلئے روا نہیں۔ ابن فارض کے اشعار سن کر آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور مجلس سماع میں موجود جلیل القدر شیوخ اور موجود جملہ سامعین کو چار سو عطا فرمائیں۔ (۲۷) شیخ اوحد الدین کرمانیؒ کی مہمان نوازی میں مجلس سماع کا انعقاد کیا۔ (۲۸) اپنے شیخ کی اتباع میں آپ نے عبداللہ رومی قوال سے اپنے حجرے میں اشعار سنے اور فرمایا: اگر میرے شیخ طریقت نے آپ کو سنا ہے تو میں کیوں نہ سنوں۔ (۲۹)

آپ کے عہد کا ملتان قبۃ الاسلام اور عروس البلاد کہلاتا تھا۔ آپ کی خانقاہ قرآن وحدیث، علم وادب اور تہذیب وثقافت کا مرکز تھی۔ خواجہ معین الدّین اجمیری (م ۶۳۳ھ)، خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ)، بابا فرید الدّین (م ۶۷۰ھ)، سخی شہباز قلندر، فخر الدین عراقی (م ۶۸۸ھ)، جلال الدّین بخاری (م ۶۹۰ھ)، جلال الدّین تبریزی (م ۶۳۳ھ) جیسے مشائخ عظام یہاں تشریف لاتے۔ مولوی محمد شفیع نے اپنے تحقیقی مقالہ میں آپ کے تبحرِ علمی کا ذکر شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ قرآن وحدیث اور شرعی علوم کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ:

آپ موسیقی کا علم بھی رکھتے تھے۔ امیر خسرو کی طرح دھناسری میں ملتانی ملا کے، ملتانی دھناسری کیا اور

پوربی و دلسکار ملا کے بہادرے آپ سے منسوب ہے۔(۳۰)

محمد کرم امام خاں نائیک نے بھی اپنی کتاب معدن الموسیقی میں ان راگوں کو آپ کی ذاتِ اقدس سے منسوب کیا ہے۔لیکن مولانا نور احمد فریدی نے ان کے مؤقف کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے کوئی راگ ایجاد نہیں کیا۔ یہ راگ جو آپ سے منسوب کیے گئے ہیں یہ مخدوم بہاء الدین برناوی کی اختراع ہے۔فقیر اللہ نے راگ درپن میں برناوی کا ہی ذکر کیا ہے۔(۳۱)

مولانا نور احمد فریدی کا مؤقف اپنی جگہ درست ہے کہ سہروردیہ مشائخ نہ سماع کو روا سمجھتے اور نہ ہی ان کی خانقاہوں میں محفلِ سماع ہوتی لیکن یہ بھی حقیقتِ ثابتہ ہے کہ آپ اور آپ کے شیخ شہاب الدین سہروردی سماع کے منکر نہ تھے۔ اہل کے لیے سماع کے قائل تھے۔اس کی مثال آپ کے مرید وخلیفہ شیخ فخر الدین عراقی (م ۶۸۸ھ) ہیں جنہیں خانقاہ میں نغمہ سرائی کی اجازت تھی۔آپ خود عراقی کے اشعار سنتے۔عراقی کے ان اشعار پر آپ پر کیف طاری ہوجاتا:

نخستیں بادہ کاندر جام کردند: ز چشم مست ساقی دام کروند

چوں خود کردند راز خویشتن فاش: عراقی راچرا بدنام کردند

خواجہ فخر الدین عراقی کے اس طرزِ عمل پر جب خانقاہ نشینوں نے اعتراض کیا تو آپ نے انہیں فرمایا:''شمارا ازیں چیز منع است او را منع نیست۔''عراقی جب حجرے سے باہر نکلے تو برستی آنکھوں سے ایک پرسوز غزل پڑھی جس کا شعر تھا:

درکوئے خرابات کسے را کہ نیاز است: ہشیاری و مستیش ہمہ عینِ نماز است

شیخ بہاء الدین یہ اشعار سن کر وجد میں آئے اور اپنا خرقہ اتار کر عراقی کو پہنا دیا۔(۳۲)

راقم کا موضوع سماع کی حلت وحرمت ثابت کرنا نہیں۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ اکابر اولیاء نے سماع کا انکار نہیں کیا۔ رہا سُر تال اور راگ کا معاملہ تو بلاشبہ موسیقی بھی ایک علم ہے اور علم کا حصول قطعی طور پر جائز ہے۔ شیخ بہاء الدین زکریّا کو اگر کچھ راگ معلوم تھے یا انہوں نے ایجاد کیے تھے،تو معترض کو روا نہیں کہ اس معاملے میں غوث العالمین پر اعتراض کرے۔موسیقی بھی ایک علم ہے اور علم کا حصول جائز ہے۔علم موسیقی ہونے یا نہ ہونے سے کسی کی قطبیت وغوثیت پر حرف نہیں آتا۔میر خورد کرمانی (م ۷۷۰ھ) نے لکھا ہے کہ: وہ اپنے مریدین کو فخری نامہ یاد کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور فخر الدّین زرّادی کے قصائد سن کر مسرور ہوتے۔(۳۳)

بابا فرید (م ۶۷۰ھ) ان دنوں ملتان میں تھے۔انہی دنوں خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ) ملتان تشریف لائے اور آپ ان کے مرید ہوگئے۔خواجہ قطب الدین، خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری (م ۶۳۳

ھ) کے مرید تھے۔ بابا فرید (م ۶۷۰ھ) نے جب اجودھن کو مسکن بنایا تو خواجہ نظام الدّین اولیاء (م ۷۲۵ھ) آپ کے دستِ اقدس پر بیعت ہو کر دہلی میں مقیم ہوئے۔ امیر خسرو (م ۷۲۵ھ) انہی دنوں دہلی میں بطور شاعر سامنے آ چکے تھے۔ ابتدائیہ شاعری کا رنگ عمومی تھا لیکن خواجہ نظام الدّین اولیاء کا مرید ہو جانے کے بعد غزل کا رنگ بدل گیا بلکہ سوچوں کے زاویے ہی بدل گئے۔ سلطان محمد تغلق جب حاکم ملتان بنا تو امیر خسرو، خواجہ حسن دہلوی کے ہمراہ مصحف داری کے عہدہ پر فائز ہو کر ۶۸۰ھ میں ملتان آئے اور یہاں پانچ سال قیام کیا۔ (۳۴) ان دنوں ملتان بہت بڑا تہذیبی و علمی مرکز تھا۔ ہرات، خراسان، ایران، کرمان، اصفہان، عراق و شام اور حجاز و یمن کے علماء و شعراء اور فن موسیقی کے صاحب ہنر موجود تھے۔ ملتان میں قیام کے دوران سماع کی قدیمی روایت کو ایک نئی جہت دی۔ سماع بلا مزامیر کو سماع بالمزامیر اور اس کے بعد قوّالی میں بدل دیا۔ ملتان میں کوٹلہ تغلق خاں میں سرود سنگیت کی مجالس برپا ہوتیں۔ نائیک گوپال، کمار زمل اور امیر خسرو کے درمیان سُر تال کا مقابلہ ہوتا۔ نائیک گوپال کے راگ نہ صرف احسن انداز سے گاتے بلکہ انہیں نئی دُھن سے بھی آراستہ کر دیتے۔ جس سے نائیک گوپال محوِ حیرت ہو جاتا۔ امیر خسرو نت نئی دُھنیں اور راگ ایجاد کرتے۔ اشعار تخلیق کرتے۔ انہیں عشق کی آنچ دیتے اور پھر صوفیاء کی سماعتوں کی نذر کرتے۔ سُر لَے اور شاعری جیسی کویتا پر انہیں عبور تھا۔ موسیقی کیلئے برج بھاشا زبان مخصوص کر رکھی تھی۔ امیر خسرو نے سام وید، رِگ وید اور یجر وید کے شاستروں کے سنگیت کو، ایرانی، عجمی اور عربی دھنوں کے مِلاپ سے اس طرح نیا رنگ دیا کہ اس سے نئے بارہ راگ وجود میں آئے جو تینوں زبانوں کا مرکب تھے۔ (۳۵) شبلی لکھتے ہیں کہ امیر خسرو موسیقی کے حوالے سے نابغہء روزگار تھے۔ سازوں اور راگوں کی ایجاد میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ موسیقی میں اتنا نام کمایا کہ نائیک جیسا خطاب ان کے بعد کسی کو نہ ملا۔ (۳۶)

امیر خسرو نے بعض ایرانی دھنوں کو ہندوستانی موسیقی میں ڈھال کر بہت سی دُھنیں تیار کیں جن میں زنگولہ، حجاز اور نوروز بہت مشہور ہیں۔ ان امتزاجی دُھنوں میں قول، ترانہ، نقش وگل، قلبانہ، بسیط اور سویلہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ایرانی موسیقی میں بارہ راگ ہیں۔ (۳۷) جسے ایک رباعی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

راست، عشاق، بوسیلک، پاز : با نوا، اصفہان، بزرگ نواز

کوچک، استاد عراق، زنگولہ : پس حسینی، راہوئے، وحجاز

ہندی موسیقی میں بھی سروں کو بارہ برجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۳۸) امیر خسرو نے ہندی اور ایرانی دھنوں سے جو امتزاجی راگنیاں ایجاد کیں ان کے نام مجیر، زنگولہ، دھرپد، سازگری، ایمن کلیان، عشاق،

موافق، غنم، زیلف ترانہ، زیلف خیال، فرغنہ یا فرغانہ، باخزر، فرودست، منم یا منعم یا صغم ہیں۔(۳۹) واجد علی شاہ نے اپنی کتاب صوت المبارک میں خسرو کے ایجاد اختراعی راگوں کے نام ترانہ، چھند، پربند، گیت، قول، قلبانہ، نقش اور گل بیان کیے ہیں۔میکش اکبرآبادی اپنے مضمون میں سوہا، شہانہ، سگرئی، ہوا، سازگیری، بسنت اور بہار تحریر کیے ہیں۔(۴۰)

امیر خسرو کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے سُر تال کی قدیم روایت کو چھوڑنے کی بجائے اس میں تھوڑے سے تصرف کے ساتھ منفرد راگ اور دُھنوں کو ایجاد کیا۔گونڈ، ملہار اور کانٹرا کے مِلاپ سے باگیسری قوالی کے دھن تیار کیے۔کانٹرا، شاہانہ، توڑی اَساوری اور پردیپ کلی اس کی مثالیں ہیں۔(۴۱)

قوالی کا آغاز اگرچہ نعتیہ اشعار سے ہوا لیکن بہت جلد اس میں صوفیاء کے اقوال شامل ہو گئے جسے ہر طبقہ کا فرد سننے لگا۔علماء کا کثیر طبقہ موسیقی کے خلاف تھا۔سہروردی مشائخ اور علماءِ اُحناف کثرت میں تھے اور بہت زیادہ اثر ورسوخ کے حامل تھے۔لیکن حیرت کی بات ہے کہ قوالی نے اکثریتی طبقہ کو اپنے حلقہ اثر میں لے لیا۔ شیخ بہاءالدین زکریاؒ کا خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی، بابا فریدالدین گنج شکر، حمیدالدّین ناگوری مرید شہاب الدین سہروردی، حمیدالدّین سوالی اور قاضی منہاج جرجانی جیسے چشتی مشائخ سے گہرا بھائی چارہ تھا۔ان تمام مشائخِ چشت کا ،آپ کے ہاں آنا جانا لگا رہتا ان کے آنے پر محفل سماع بھی منعقد ہوتی۔(۴۲) شیخ بہاءالدین زکریاؒ کے پوتے شاہ رکنِ عالم قریشیؒ (م۷۳۵ھ) اور آپ کے نواسے مولانا علم الدّین کے خواجہ نظام الدّین اولیاء (م۷۲۵ھ) کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔شاہ رکنِ عالم قریشی نے بارہا خواجہ نظام الدّین اولیاء کے ساتھ محفل سماع میں شرکت کی۔(۴۳) شاہ رکنِ عالم قریشی کے مریدِ خاص شیخ عثمان سیاح (م۷۳۸ھ) جو کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے راز دار دوست بھی تھے، قوالی اور سُر تال کے رسیا تھے۔(۴۴)

امیر خسرو کے قیامِ ملتان سے جہاں فنِ موسیقی میں جدّت پیدا ہوئی وہاں قوالی نے بھی اپنا حلقہ وسیع کر لیا لیکن امیر خسرو کے ملتان چھوڑنے کے بعد صوفیانہ سُر تال کی آواز بھی مدھم ہوتی چلی گئی۔سہروردیہ مشائخ کا رجوع قطعی طور پر اس طرف نہ تھا۔بابا فرید اجودھن مقیم ہو چکے تھے۔بزرگانِ قادریہ میں ذوق سماع نہ ہونے کے برابر تھا۔ سلطان سخی سرور بھی قادری تھے۔سید موسیٰ پاک شہید (م۹۸۵ھ) کو قوالی سے ہرگز شغف نہ تھا اور نہ ہی آئندہ آپ کے جانشینوں میں کسی نے اس طرف توجہ کی۔عرصہ دراز کے بعد بزرگانِ چشت کی ادھر توجہ ہوئی اور ایک بار پھر ملتان کی فضائیں صوفیانہ نغمات سے معطر ہو گئیں۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں سلسلہ چشتیہ کا احیاء اور سماع کی ملتانی روایت:

شاہ فخر الدّین دہلویؒ (م۱۷۸۴ء) بن شاہ نظام الدّین اور نگ آبادی (خلیفہ شاہ کلیم اللہ دہلوی) سید گیسودراز کے خاندان سے تھے۔ خواجہ نور محمد مہاروی (م۱۲۰۵ء/۱۷۹۰ء) جن کے ذریعے ایک بار پھر سُر تال اور قوالی نے ملتان میں کروٹ لی، شاہ فخر الدّین دہلوی کے مرید تھے۔ ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ چشتیاں کے قصبہ مہار میں مقیم ہوئے۔ خواجہ عاقل محمد (م۱۲۲۹ھ) شاہ سلیمان تونسوی (م۱۲۶۷ء)، حافظ جمال اللہ ملتانیؒ (م۱۲۲۶ء/۱۸۱۱ء) اور شیخ نور محمد نارووالہ جیسے مشائخ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے قوالی کی بساط اس انداز سے بچھائی کہ جنوبی پنجاب کے پورے خطے میں صوفیانہ آہنگ کا حُسنِ صوت سنائی دینے لگا۔ ہر چشتی شیخ کی خانقاہ سے قوالی کے بولوں اور سرودو سنگیت کے سروں سے گونج اٹھی۔ سُر تال کی تانوں نے اس قدر عوام الناس کو مسحور کیا کہ قادریہ، سہروردیہ خانقاہوں کی رونقیں ماند ہونے لگیں۔ (۴۵) قوالی کی دُھنوں اور سریلی آوازوں نے عوام الناس کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ عشقیہ قوالی اکثر سنتے اور وجد و کیف بھی طاری ہو جاتا۔ اس ذوق و شوق کی حالت میں رقص کرتے اور جھوم جھوم جاتے۔ (۴۶) میاں محمد صالح دائرہ دین پناہ جو کہ سُر تال اور راگ کے ماہر تھے، انہوں نے ایسا راگ چھیڑا کہ حافظ جمال اللہ، نور محمد نارووالہ اور شاہ سلیمانؒ تینوں وجد میں آ گئے۔ (۴۷)

حاجی نجم الدّین سلیمانی نے لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد مہارویؒ اپنے شیخ شاہ فخر الدین دہلوی (م۱۷۸۴ء) کے حضور موجود تھے۔ خواجہ نور محمدؒ کے مرید حافظ جمال اللہ ملتانی بھی حاضر تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کا ذکر چلا کہ ملتان میں ان کا اس قدر تصرف ہے کہ کسی سلسلے کے شیخ کی وہاں نہیں چلتی۔ خواجہ فخر الدّین نے فرمایا: میاں نور محمد! اب تم ملتان میں مرید کرو گے۔ لازم ہے کہ آپ اپنے کسی مرید کو ملتان بھیجیں اور انہیں چشتیہ سلسلے میں بیعت کرنے کی تلقین کریں۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ نے حافظ جمال اللہ کو ملتان بھیج دیا۔ انہوں نے خواجہ خدا بخش کو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کی خانقاہ میں بیٹھ کر سلسلہ چشتیہ میں مرید کیا۔ (۴۸)

حافظ جمال اللہ ملتانی (۱۱۶۰/۱۷۴۵ء۔۱۲۲۶/۱۸۱۱ء):

حافظ محمد جمال ملتانی (م۱۲۲۶ھ) نے اپنے شیخ کے حکم پر ملتان میں خانقاہ قائم کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ قرآن و حدیث اور دینی علوم کے ساتھ فنونِ حرب اور جنگی حکمتِ عملی کی تعلیم بھی دیتے۔ تیراندازی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ (۴۹) کئی بار سکھوں کا مقابلہ کیا۔ بالآخر (۱۲۲۶/۱۸۱۱ء میں مرتبہ شہادت کو

پہنچے۔آپ کی خانقاہ پورے ملتان میں قوالی کا مرکز تھی۔آپ فنِ موسیقی بھی جانتے تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔آپ کی خانقاہ علم وادب کا اتنا بڑا مرکز بنی کہ خواجہ گل محمد احمد پوری جیسے صوفیاء بھی یہاں سے مستفیض ہوئے۔(۵۰)بعض کتابوں میں آپ سے منسوب شعر پڑھنے کو ملتے ہیں۔سی حرفی شائع بھی ہوئی لیکن اب نایاب ہے۔(۵۱)آپ صاحب وجد و حال تھے۔سماع بہت مرغوب تھا۔عشقیہ کلام لحن کے ساتھ سنتے ہی وجد میں آجاتے۔عالم ذوق میں بلند آواز سے ذکر بھی کرتے۔(۵۲) قاضی عاقل محمد (۱۲۲۹ھ) آپ کے پیر بھائی تھے۔حالت قید میں چند اشعار لکھے۔جو قاضی صاحب کے ذوق شعری اور حافظ صاحب کی بے قراری کا مظہر ہیں؛اشعار اسطرح ہیں:

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم: پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواھی آمد: بجنازہ گر نیائی بمزار خواھی آمد حافظ جمال اللہ یہ اشعار پڑھ کر بے قرار ہوئے اور ننگے پاؤں ڈیرہ غازی خاں چل پڑے۔(۵۳)

منشی غلام حسن شہید (م۱۲۶۵ھ) فرماتے ہیں :قوالی میں عام طور پر سب سے پہلے آپ پر وجد طاری ہوتا۔ایک بار قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے عرس کی تقریب میں منعقدہ محفل میں آپ کے تینوں خلفاء شاہ سلیمان تونسوی،خواجہ نور محمد نارووالہ،خواجہ عاقل محمد اور آپ موجود تھے۔قوّالوں کے اشعار پر سب خلفاء پر ایسا وجد طاری ہوا کہ ہوا میں معلق ہو گئے۔سب حاضرین محوِ حیرت رہ گئے۔(۵۴) سید محمد شاہ بخاری کھٹّی نے لکھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے: سلطان المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاء قوالی کے اہتمام میں بہت زیادہ شوق سے کام لیتے،فرش سجاتے، قالین بچھاتے،عطر و گلاب چھڑکتے اور اس کے بعد فرماتے کہ بے شک سماع وصول الی اللہ کا نہایت اقرب طریقہ ہے۔(۵۵)

خواجہ گل محمد احمد پوری فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو بارہا یہ شعر:

کار ہا بر خواہش خود خواستن کارِ خداست :بندہ باشی و خدا گردی تو اے نادان چراست پڑھتے اور آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔(۵۶) آپ کے خلفاء بھی صاحبِ حال و وجد و سماع تھے۔قوالی کو جائز سمجھتے اور عبادت سمجھ کر اہتمام کرتے۔آپ کے خلفاء میں مولوی عظیم بخش احمد پوری،مولوی محمد حسین پنوار،مولوی محمد موسیٰ ملتانی،مولوی مومن شاہ احمد پوری،مولوی نور اللہ،مولوی نور محمد بھنڈی شریف اور سید حامد شاہ گیلانی کا شمار کاملین میں ہوتا تھا لیکن ان میں سب سے زیادہ اُنس خواجہ خدا بخش (م۱۲۵۱ھ) سے تھا وہی آپ کے جانشین بنے۔(۵۷) حاجی نجم الدین سلیمانی نے خواجہ خدا بخش، زاہد شاہ کھٹّی مؤلف اسرار الکمالیہ،عبدالعزیز پرہاڑوی،مؤلف اسرارِ جمالیہ،فضائلِ رضیہ مولوی قادر بخش، منشی غلام حسن شہید ملتانی مؤلف انوارِ جمالیہ،خواجہ عبید اللہ ملتانی (م۱۳۰۵ھ) قاضی محمد عیسیٰ خان پوری،صاحبزادہ غلام فرید اور مولوی حامد آپ کے اکابر خلفاء میں شامل کیا ہے۔(۵۸)اور ان سب میں خواجہ خدا

بخش ملتانی حافظ جمال اللہ ملتانی کے خلیفہ اکبر اور راز داں مرید تھے۔اپنے مرشد کریم کی نمازِ جنازہ آپ نے ہی پڑھائی تھی۔نمازِ جنازہ میں عوام الناس کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ حاکم ملتان نواب مظفر خاں کو جگہ تک نہ ملی ۔ دستارِ خلافت نواب مظفر خاں نے حسبِ ارشاد خواجہ خدا بخش کو باندھی ۔آپ صاحبِ وجد وسماع اور وحدت الوجود تھے۔علمِ توحید پر ایک مقالہ بعنوان "توفیقیہ" تحریر کیا۔(۵۹)دولت گیٹ سے ملحقہ النگ پر مسجد میں امامت کراتے۔وہ مسجد آج بھی موجود ہے۔قوالی ذوق وشوق سے سنتے اور وجد وکیف میں رقص کرتے۔اندازِ تبلیغ دل نشیں تھا۔ قصوں کہاوتوں، حکایات وتماثیل اور اشعار کے ذریعے اپنی بات عوام الناس تک پہنچاتے۔(۶۰)

منشی غلام حسن شہید(۱۷۸۲ء/۱۲۰۲_۱۸۴۵ء/۱۲۶۵ھ):

منشی غلام حسن شہید کا وجود مسعود ملتان کے لیے امان اور باعثِ برکت تھا۔جب تک آپ زندہ رہے ملتان پر انگریز قابض نہ ہو سکا۔حکم چند نے لکھا ہے کہ ایسا اس لیے ہوا کہ ملتان کا باطنی حاکم منشی غلام حسن شہید خلیفہ حافظ جمال اللہ ملتانی زندہ تھا۔انگریزوں کے علم میں جب یہ بات آئی کہ جب تک منشی شہید زندہ ہیں، اس وقت تک ملتان پر کوئی قابض نہیں ہو سکے گا، تو انہوں نے ڈھونڈ کر کر آپ کو گولی ماردی اور اسی روز ملتان فتح ہو گیا۔(۶۱)اردو، سرائیکی فارسی اور عربی میں شعر کہتے ۔اردو فارسی میں تخلص حسن اور سرائیکی میں گامن استعمال کرتے۔آپ کا کلام آپ کی زندگی میں ہی اتنا مقبول ہوا کہ ہر خانقاہ اور آستانے پر قوال پیش کرنے لگے۔میاں احمد قوال آپ کی تخلیق کردہ گھڑولی جو کہ شاہ سلیمان تونسوی (۱۱۸۳/۱۷۶۹ـ۱۲۶۷/۱۸۸۱ء) کے ملفوظات نافع السالکین میں موجود ہے،سرودو سامعین پر ایسا وجد طاری ہوتا کہ نیم لبسمل تڑپنے لگتے۔گھڑولی کے بول اس طرح ہیں:

اُچے پیپل پینگھاں پیاں :سیاں رَل جھوٹن گئیاں :جھوٹے ہیر سیال نی اُج پیا گھر آیا(۶۲)

سنگیت کے ساتھ بڑے اہتمام سے گاتے اور رنگ جما دیتے۔اس میں شک نہیں کہ مشائخ چشت نے سرود وسنگیت اور سُر تال کو وسیلے کے طور استعمال کرتے ہوئے لوگوں کے دلوں کو تسخیر کیا۔اوّلین بزرگان چشت کی طرح منشی غلام حسن شہید بھی روحوں کے سلطان تھے۔انہوں نے اہل ملتان کے دلوں کو فتح کیا۔صاحبِ حال صوفی تھے۔حافظ جمال اللہ ملتانیؒ کے شاگرد اور نامور خلیفہ تھے۔عشق الٰہی اور عشق رسول سے سرشار تھے۔خطاطی وراثت میں ملی تھے۔بہت زیادہ خوش نویس تھے۔سماع کی لذت سے آشنا تھے۔قوالی میں عمدہ کلام اور سریلی آواز پر وجد میں آجاتے۔منصور حلاج اور ابن عربی سے متاثر تھے۔ان کے نظریہ وحدت الوجود کے نہ صرف قائل بلکہ اس کے شارح تھے۔اپنے اشعار میں اس کا اظہار برملا کیا۔آپ فن موسیقی اور اس میں استعمال ہونے والی دھنوں، راگوں اور

راگنیوں سے واقف تھے۔ایک رسالہ تحریر کیا جس میں قوالی کے جواز، سُر تال اور سرود و سنگیت سے وارد ہونے والے اثرات کا جائزہ پیش کیا۔آپ کا عربی، فارسی کلام دیوان حسن کا نام سے موجود ہے۔اردو، سرائیکی، پنجابی، ہندی اور عربی و فارسی میل تال کے مشترکہ کلام کا مجموعہ دیوان گانمن کے نام سے مخدوم محمد احسن کی کاوش سے شائع ہو چکا ہے۔اس دیوان گانمن میں خیال جوگ، خیال راگنی صحی، خیلا راگنی پیلوں، راگنی جوگ اور جوگ جیسی خوبصورت بندشیں استعمال کی ہیں۔راگنی جوگ میں اس کافی کے بول دیکھیں:

رانجھے دا حسن کمال نی اماں :سب سیالن رَل ویکھن آئیاں
بانکے نین تے بانکیاں رمزاں:بانکی تاں جیندی ہے چال نی اماں
نور مقدس بن کر آیا :صورت پیر جمال نی اماں
تخت ہزارے دا نوشہ آیا : کارن ہیر سیال نی اماں
لوں لوں دے وچ رانجھن وسدا:خالی مَیں ہِک وال نی اماں
گانمن مظہر نور الٰہی:ظاہر عبد مثال نی اماں۔(۶۳)

خواجہ فرید سے پہلے آپ نے رانجھن جوگی، ہیر اور پیلوں کو اپنی کافیوں میں خیال میں پیش کیا ہے۔آپ کے اشعار پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ اردو کے ساتھ سرائیکی کافی کے پہلے شاعر بھی آپ ہی ہیں۔آپ نے اپنی کافیوں کے راگ بھی ترتیب دیے ہیں۔(۶۴) ملتان کی ایک نشست میں خواجہ فرید تشریف فرما تھے کہ ایک فقیر کی سریلی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔سامعین میں سے کسی نے پوچھا حضور! یہ فقیر کس راگ میں گا رہا ہے کہ اس کی آواز میں سوز و درد بہت نمایاں ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ گانمنی راگ ہے جو کہ منشی غلام حسن کی ایجاد ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ شاعر ہونے کہ ساتھ موسیقی کے رموز و اسرار سے بھی واقف تھے۔

خواجہ خدا بخش ملتانی (۱۱۵۰ـ۱۲۵۰ھ):

چشتیہ سلسلے کے عظیم شیخ، روحانی پیشوا اور حافظ جمال اللہ ملتانی کے خلیفہ و جانشیں تھے۔ حافظ جمال اللہؒ نے اپنے مرشد خواجہ نور محمد مہاروی کے ارشاد پر ان کی بیعت شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا کی خانقاہ میں کی۔آپ کا وجود مسعود ملتان میں چشتیہ سلسلے کی تجدید کا باعث بنا۔آپ کا روحانی مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ آپ کے پیر بھائی آپ کو سراج الواصلین، فخر العاشقین، سند العارفین، خلیفہ مطلق و سجادہ نشیں اور محبوب اللہ جیسے القاب سے پکارتے تھے۔نسباً قریشی تھے۔آپ کے خاندان کا ہر فرد ذہانت و فطانت اور قابلیت کی بنا پر ہر عہد

میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ناصر الدین قباچہ نے آپ کے خاندان سے زمینیں اور جائیداد چھین لی۔مغل بادشاہ جہانگیر نے انہیں تلمبہ کا قلعہ فتح کرنے کے بعد ان کے جد امجد قاضی علاء الدین کو دے دیا۔ دس ہزاری منصب بھی عطا کیا۔ یہ منصب شاہ عالم ثانی کے عہد تک اسی خاندان میں رہا۔مولوی عنایت اللہ آخری منصب دار تھے جو ۱۱۹۱ھ میں اس عہدے کو چھوڑ کر خلوت نشیں ہو گئے۔(۶۵) خواجہ خدا بخش اسی خاندان کے بطل جلیل قاضی جان محمد کے ہاں ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کا علمی مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔شاہ سلیمان تونسوی، علامہ عبدالعزیز پرہاروی اور منشی غلام حسن شہید جیسی عظیم ہستیاں آپ کو محبوب اللہ کہہ کر پکارتیں۔منشی غلام حسن شہید تو آپ کے بہت زیادہ مداح تھے۔فرمایا کرتے کہ: آپ علوم متداولہ،فنون متعارفہ،تفسیر و حدیث،فقہ عقائد،علم ہئیت، صرف ونحو،منطق و معانی اور بدیع و بیان کے بڑے عالم اور زمانے کے قطب تھے۔(۶۶) دولت گیٹ ملتان کے النگ پر ایک مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔اپنے مرشد حافظ جمال اللہؒ کے مدرسے کے اوّل مدرس اور مہتمم کے طور پر بھی فرائض انجام دیے۔(۶۷) آپ نے بہت عرصہ ملتان میں درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کی۔رنجیت سنگھ کے بار بار حملوں کی وجہ سے خیر پور چلے گئے اور وہاں خانقاہ قائم کر کے درس و تدریس اور تزکیہ قلوب ونفوس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔رسالہ توفیقیہ،توحیدیہ اور ذوقیہ آپ کے علمی مرتبہ کی شاہد ہیں۔ بزرگانِ چشت کی طرح آپ کو بھی سماع سے رغبت تھی۔ با معنی اشعار اور عمدہ آواز پر کیفیت طاری ہوتی اور سب سے پہلے آپ ہی وجد میں آتے لیکن کبھی سماع کی فرمائش نہیں کی۔عرس کے موقعہ پر یا کسی اور وقت پر محفل سماع منعقد ہوتی تو شامل ہو جاتے۔خواجہ عبید اللہ ملتانی فرماتے ہیں کہ کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے سماع کی طلب ہے۔کوئی خواہش کرتا تو سن لیتے۔(۶۸)

مولوی عبدالغفور انصاری لکھتے ہیں کہ:

اگرچہ آپ اپنی زندگی میں سماع کے زیادہ طلب گار نہیں رہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان کے وصال فرما جانے کے بعد جو محفل سماع ان کے مزار اقدس پر عرس کے دنوں دیکھنے میں آتی ہے، کہیں اور نظر نہیں آتی۔(۶۹) آپ کے خلفاء نے سماع کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔مخدوم حامد رضا شاہ نے سرود وسنگیت کے ساتھ قوالی کی بہت زیادہ ترویج و اشاعت کی۔

خواجہ عبید اللہ ملتانی (م ۱۳۰۵ھ):

حافظ جمال اللہ ملتانی (۱۱۶۰ـ۱۲۲۶ھ) کے فیضان کو آگے بڑھایا صاحبِ وجد و سماع اور وجودی تھے۔ اپنے مرشد سے بہت اُنس تھا۔ قرآن و حدیث، فقہ و تصوف کے متبحر عالم تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد قدرت اللہ سے حاصل کی۔ قاضی محمد عاقل کے خلیفہ خواجہ گل محمد احمد پوری سے علم کی تکمیل کی۔ علم ہیئت، ریاضی، میراث اور علمِ موسیقی میں کمال حاصل تھا۔ ۱۲۵۰ھ میں اندرون بوہڑ گیٹ اپنے نام سے منسوب خانقاہ، مدرسہ عبیدیہ قائم کی۔ علم میراث اور افتاء میں سند عطا فرماتے۔ کثیر کتابوں کے مصنف تھے۔ قوالی سے بہت رغبت تھی۔ پُرسوز عشقیہ اشعار اور پُرحکمت کلام سے کیف طاری ہو جاتا۔ ہر موضوع پر کتابیں لکھیں عمر بھر تبلیغِ اسلام میں گزاری ساری زندگی پنگھوڑے میں سفر کیا اس بنا پر خاصے والے پیر کہلائے۔ آپ کے خاندان کے افراد آج بھی خاصے والے کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ (۷۰) آپ نے سماع بالمزامیر کے اثبات میں "قول فصل فی البیعة و السماع " لکھی اور اس میں قرآن و حدیث اور متقدمین کے اقوال سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سماع بالاتفاق مباح ہے لیکن بعض عوارض کی بنا پر بعض کے لیے حرام ہے۔ ان کیلئے مباح ہے جن کے نفوس مردہ اور قلوب زندہ ہیں جیسا کہ شیخ سعدیؒ (م ۵۸۰ھ) نے سماع کے متعلق کسی کے استفسار پر فرمایا تھا:

سماع از برادر بگویم کہ چیست : ولے مستمع را بدانم کہ کیست

ترجمہ: ''اے برادر آپ نے سماع کے متعلق پوچھا کہ اس کے بارے کیا حکم ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جائز ہے یا ناجائز لیکن میں پہلے یہ جان لوں کہ سننے والا کون ہے۔''

مردہ نفس زندہ دلا نرا رواست : ہر کہ جز ایں است مرا درا خطاست

ترجمہ: ''جس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہے۔ اسکے لیے جائز اور جو ایسا نہیں اس کے لیے جائز نہیں۔'' (۷۱)

آپ اپنے مشائخ کی اقتداء میں سماع بالمزامیر اپنی خانقاہ میں سنتے اور اپنے شیوخ کے آستانوں کی محافل میں بھی شریک ہوتے۔ مولانا روم کی مثنوی اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا کلام بہت شوق سے سنتے اور حالتِ وجد میں رقص بھی کرتے۔ اپنے شیخ طریقت خواجہ خدا بخش ملتانی کے آستانے پر خیر پور میں ایسا وجد طاری ہوا کہ نیم بسمل تڑپتے رہے اور سکون میں آنے کے بعد اپنا پیراھن اتار کر قوال کو عطا کر دیا۔ (۷۲) قاضی خان محمد مخدوم پوری کے خواجہ حیدر علی ملتانی کے اشعار سن کر وجد میں آ گئے اور اپنا پیراہن اتار کر قاضی خان محمد کو دے دیا۔ (۷۳) آپ کے پوتے مولانا محمد عبد العلیم ملتانی جو کہ مفتی ہند تھے، وہ بھی قوالی کو روا سمجھتے بلکہ انہوں نے اس کے جواز میں ایک فتویٰ جاری کیا تھا جو کہ عباد الرحمٰن میں نقل کیا گیا۔ (۷۴)

مخدوم محمد رضا شاہ گیلانی:

سیدنا موسیٰ پاک شہید گیلانی (۹۵۲۔۱۰۰۱ھ) کا خانوادہ کے چشم و چراغ اور صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔چولے والے سائیں کے لقب سے عوام الناس میں مشہور تھے۔صاحب کشف و کرامت تھے۔زبان سے جو نکلتا پورا ہو جاتا۔جو سوالی آتا اس کی ضرورت کو پورا کرتے،سُر تال کے رَسیا تھے،سماع کی محافل منعقد کراتے اور سریلے قوالوں کو اس میں بلاتے،سرود و سنگیت اور سریلی آواز سے بہت زیادہ محظوظ ہوتے بعض اوقات خود بھی ستار بجاتے اور گنگناتے۔منشی عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ ایک بار پیران پیر سید موسیٰ پاک شہید کے دیوان خانے کی چھت پر محمد حسین نگینے والے کی سریلی آواز سے محظوظ ہو رہے تھے کہ ایک نوعمر کی آواز بھی ساتھ مل گئی جس نے ایک سماں باندھ دیا۔اتنے میں بھورے خاں بھی آ گئے۔اس دن سرود و سنگیت کی ایک ایسی نشت جمی کہ اس کا سحر آج بھی مجھ پر طاری ہے۔مخدوم گیلانی،شیر شاہ کے قریب واقع ایک خانقاہ ہر سال محفل سماع کا انعقاد کرتے خوبصورت آوازیں سروں کا جادو جگاتیں۔مخدوم گیلانی کے شاگرد اور ملتان کی بہت ہی زیادہ خوبصورت آواز توکل حسین خان ان تمام سریلی آوازوں میں نمایاں ہوتے۔توکل حسین خان کی آواز اتنی سریلی اور اثر آفریں تھی کہ بقول منشی عبدالرحمٰن،ان کی سریلی آواز کے ساتھ تلیری باغ مظفر گڑھ کی کوئلیں بھی ہم نوا ہو جاتیں۔انہی دنوں ملتان کی ایک اور خوبصورت آواز، گردیزی خانوادے کے خان بہادر مخدوم حسن بخش گردیزی بھی تھے جو اپنے سر پر سفید ململ کا پورا تھان باندھ کر اپنے گھر کے لان میں بیٹھ جاتے اور ستار پر سریلی دھنیں بجا کر پورے محلے کی فضاء میں محبتوں کا رَس گھول دیتے۔شام چوراسی کے استاد صادق علی خان بھی ملتان کے نہایت ہی سریلے گائیک اور سر تال کے ماہر تھے۔جب وہ گانا شروع کرتے تو سامعین پر وجد طاری ہو جاتا۔نواب عبدالقادر خاکوانی اور نواب عطا محمد خاکوانی کو بھی سر تال کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی۔دونوں بلند اور سریلی آواز رکھتے تھے،ہارمونیم پر سرائیکی کافیاں بہت خوبصورت انداز میں گاتے۔رحمت علی خاں بھی اس عہد کے بہت بڑے فنکار تھے۔مخدوم رضا شاہ کے وجود سے سر تال اور سرود و سنگیت کو بہت زیادہ فروغ ملا اور اس عہد کے ان بزرگوں نے سماع،قوالی اور خاص طور پر سرائیکی کافی کی ترویج میں اضافہ ہوا۔(۷۵)

خواجہ محمد موسیٰ پاک(۱۱۹۶۔۱۲۶۱ھ):

خواجہ فخر الدین عراقی کی اولاد میں سے تھے نسباً صدیقی،مسلکاً حنفی اور مشرباً چشتی تھے۔حافظ جمال اللہ ملتانی کے خلیفہ اور صاحب وجد و حال صوفی تھے۔حافظ جمال اللہؒ آپ کو شاہباز جہاں کہہ کر بلاتے۔برادران طریقت اور

عوام الناس میں کلیم اللہ کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔مجلس میں آتے تو حافظ صاحب کھڑے ہوکر آپ کا استقبال کرتے اور مسند پر اپنے ساتھ بٹھاتے ۔علامہ طالوت نے آپ کے تبحر علمی کے بارے لکھا ہے کہ حافظ قرآن،علم وفضل میں یگانہ و یکتا اور نام و مقام کی مناسبت سے کلیم اللہ کہلاتے تھے۔حافظ جمال اللہؒ نے آپ کو بیعت کرنے کے بعد فرمایا:میں مبارکباد کہ مستحق ہوں کہ میرا مرید ایک برگزیدہ کامل انسان ہوا ہے۔(۷۶)ملتان کی ایک مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔مدرسے میں پڑھنے والے اقامتی طلبا کی تعداد ۸۰اور ۹۰کے درمیان ہمیشہ رہتی۔ امراءوغرباء یکساں طور پر پڑھنے آتے یہاں تک کہ نواب مظفر خان جیسے حاکم ملتان بھی درس گاہ میں پڑھنے کے لیے آتے۔بقول اولاد علی گیلانی:بعض اوقات ایسا ہوتا کہ دوران تدریس آپ پر کیفیت طاری ہوجاتی۔(۷۷)سماع سے بہت زیادہ رغبت تھی،تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رہا۔سکھوں نے آپ کی تصانیف جلادیں۔ساری زندگی تعلیم وتدریس اور سماع کی ترویج میں گزرگئی۔شاہ سلیمان تونسوی،قاضی عاقل محمد اور منشی غلام حسن شہید جیسے عظیم روحانی پیشوا اور عالم دین،آپ کے تبحر علمی کے مداح تھے۔الجھے سوالات کا سلجھاؤ آپ کے ہاں پاتے۔جب کبھی ایسا وقت آتا تو یہ حضرات اس کا حل آپ سے پوچھتے۔۱۲۶۱ھ میں وفات پاکر حسین آگاہی کے محلہ کمنگ راں میں مدفون ہوئے۔آپ کی خانقاہ پر آج بھی سُر تال کے ساتھ قوالی ہزاروں دلوں کو مسرور کرتی ہے۔

خواجہ محمد حسین بخش چشتی (۱۲۹۹۔۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء):

آپ خواجہ محمد نظام بخش (م۱۳۲۶ھ) بن خواجہ خدا بخش (م۱۳۱۱ھ) بن خواجہ محمد موسیٰ پاک (م۱۲۶۱ھ) اولاد خواجہ فخر الدین عراقی (م۶۸۸ھ) کی اولاد میں سے تھے۔سر تال اور سریلی آواز سے رغبت ورثہ میں ملی تھی۔ صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے عرس پر بزرگان چشت کا نورانی اجتماع ہوتا۔مجلس سماع قلوب کو گرمادیتی۔خواجہ محمد نظام الدین تونسوی فرمایا کرتے کہ ویسے تو قبلہ عالم کے عرس کی مجلس سماع میں ہزاروں مشائخ شرکت کرتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں جو اس سے مستفیض ہوتی ہے وہ خواجہ محمد حسین بخش ہیں۔ آپ کی ساری زندگی قرآن وحدیث کی تدریس اور عبادت و ریاضت میں گزگئی۔آخری ایام میں مسند اور مصلے اپنے فرزند حافظ محمد دلدار بخش کے سپرد کیا اور خود مقتدی بن گئے۔۱۹۵۹ء میں وفات پاکر اپنی چشتیہ خانقاہ حسین آگاہی، محلہ کمنگ راں میں مدفون ہوئے۔خواجہ فخر الدین عراقی کی اولاد کی یہ چشتیہ خانقاہ آج بھی قرآن وحدیث اور سماع کی ترویج واشاعت کا بڑا مرکز ہے۔

مخدوم علی مردان اویسی (۱۱۹۶۔۱۲۸۲ھ):

حافظ علی مدد کے فرزند اور خواجہ محمد مراد اویسی خلیفہ محکم الدین سیرائیؒ (م ۱۱۸۸ھ) کے مرید تھے، نام مقبول الرحمٰن تھا لیکن آپ کے مرشد کریم نے آپ کو علی مردان کا نام دیا اور آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ علم و ادب کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ والد ماجد بہت بڑے عالم اور صاحبِ حال صوفی تھے۔ آپ ملتان کے قاضی رہے۔ نواب مظفر کے عہد کے سب سے بڑے عالم دین اور زاہد و عابد اور مخلوق خدا سے محبت اور امراء سے اجتناب کرنے والے بزرگ تھے۔ (۸۷) ۱۲۸۲ھ میں وفات پا کر بیرون حرم گیٹ نزد چوک شہیداں مدفون ہوئے۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی (۱۹۱۳۔۱۹۸۶ء):

نامور محدث، مفسر، محقق، مدرس اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔ غزالی زماں، رازی دوراں اور امام اہل سنت جیسے القابات سے پکارے جاتے تھے۔ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں امروہہ (ہندوستان) سے تشریف لائے اور مسجد حافظ فتح شیر بیرون لوہاری دروازہ ملتان میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۹۴۴ء میں عظیم جامعہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت العلماء پاکستان قائم کی اور اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بطور شیخ الحدیث فرائض انجام دیے۔ درسِ نظامی کی اصلاح کے لیے تنظیم المدارس پاکستان قائم کی اور اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ ۷۳ برس عمر پا کر ۱۹۸۶ء، ۱۴۰۶ھ وفات پا کر مرکزی عیدگاہ میں مدفون ہوئے۔ آپ سماع کو مباح سمجھتے اور بڑے اہتمام کے ساتھ قوالی سنتے۔ آپ نے سماع کے جواز پر ایک رسالہ اثباتِ سماع کے نام سے تحریر کیا۔ رسالے کا نام مذیلۃ النزاء عن مسئلۃ السماع رکھا۔ آپ کی خانقاہ پر ہر سال عرس کے موقع پر سر تال کے ساتھ قوالی کا اہتمام ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں صوفی محمد حسین حسرت چشتی قادری (۱۹۹۳ء) بابا مستان شاہ (م ۱۹۹۷ء) سمیت کثیر صاحبِ بزرگ حال تھے اور موجود ہیں جو سُر تال کے ساتھ سماع کی روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

مذکورہ بحث بالا بحث سے یہ بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سر تال کے صوفی آہنگ میں خطہ ملتان کا کیا کردار رہا ہے۔ تاریخی تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر خسرو کے قیامِ ملتان کو صوفی سماع کے فروغ کے حوالے سے خاص اہمیت حاصل ہے اور سماع کی روایت میں چشتی مشائخ کے ساتھ سہروردیہ نے بھی خاص اہمیت دی۔ تاہم اٹھارہویں صدی عیسوی کے بعد چشتیہ کی نشاۃ ثانیہ کے بنتے ہیں۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ، ان کے خلفاء اور مریدین نے

ملتان میں صوفی سر تال کا احیاء کیا جس کے اثرات آج بھی خانقاہوں میں دیکھے جا سکتے ہیں تاہم یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس دوسرے دور میں چشتی صوفیاء نے نئے سُر اور راگ وضع کرنے کے بجائے مروّجہ اندازِ سماع کو اپنایا اور فن سُر تال میں کوئی خاص جدید اضافہ نہ کر سکے۔

حوالہ جات

۱۔ ابوبکر الکلابازی، التعرف لمذہب اھل التصوف، مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن زاہد، بشیر پرنٹرز لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۵۹

۲۔ سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، مترجم شمس بریلوی، گنج شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۳۶۱

۳۔ امام غزالی، احیاء العلوم، مترجم مولانا احسن نانوتوی، طیبہ پرنٹرز لاہور، ج ۲، ص ۴۴۵

پھلواری محمد جعفر، اسلام اور موسیقی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۳۵۔۳۴

۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، تصحیح و تحقیق عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد بالمملکۃ العربیۃ السعودیہ، ۱۳۷۹ھ، ج ۹، ص ۳۲۹

۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۹، ص ۶۳

۶۔ زبیدی، علامہ محمد مرتضیٰ، اتحاف السادۃ المتقین، مطبوعہ مصر، ج ۶ ص ۴۷۱

۷۔ سہروردی، شیخ شہاب الدین، عوارف المعارف، ص ۳۳۹

۸۔ طوسی ابونصر السراج، عبداللہ بن علی، کتاب اللمع فی التصوف، مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۹۶ء، ص ۳۹۴

۹۔ امام غزالی، احیاء العلوم، ج ۲، ص ۴۸۹

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ نظام الدین یمنی، لطائف اشرفی، ملفوظات سید اشرف جہانگیر سمنانی، مکتبہ سمنانی کراچی ۱۹۹۹ء، ج ۱، ص ۳۳۷

۱۲۔ طوسی، کتاب اللمع فی التصوف، ص ۴۰۴

۱۳۔ ایضاً ص ۳۹۸

۱۴۔ نظام الدین یمنی، لطائفِ اشرفی ص ۶۳۷

۱۵۔ المکی، شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ، مترجم محمد منظور الوجیدی، قوت القلوب، غلام علی اینڈ پرنٹرز، لاہور، ج ۲، ص ۲۲۴

۱۶۔ المکی، شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ، قوت القلوب، ج ۲، ص ۲۲۴

۱۷۔ نظام الدین یمنی، لطائفِ اشرفی، ج ۱، ص ۶۷

۱۸۔ المکی، شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ، قوت القلوب، ص ۲۲۱

۱۹۔ نظام الدین یمنی، لطائفِ اشرفی، ص ۲۳

۲۰۔ ایضاً، ج ا، ص ۷۲۷۔۷۲۶

۲۱۔ سیالکوٹی، محمد ثناء اللہ مولوی، گلشنِ حقیقت، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۹ء، ص ۳۵

۲۲۔ امیر خسرو، شرح کلام خسرو المعروف جہانِ خسرو، مترجم فاروق ارگلی، مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۸۹۹

۲۳۔ امیر خسرو، جہان خسرو، ص ۸۵۵

۲۴۔ برنی ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ، ۱۸۶۰ء، ص ۱۹۹

۲۵۔ نظام الدین یمنی، لطائفِ اشرفی، ج ا، ص ۷۶۱

۲۶۔ ایضاً، ص ۷۵۸

۲۷۔ ایضاً، ج ا، ص ۷۵۶

۲۸۔ خواجہ میر حسن علا سجزی دہلوی، فوائد الفواد، مترجم خواجہ حسن نظامی، الفیصل ناشران و تاجران اردو بازار لاہور، ص ۲۰۴

۲۹۔ میر خورد کرمانی، سید محمد بن مبارک علوی، سیر الاولیاء، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۸ء، ص ۵۴۶

۳۰۔ مولوی محمد شفیع، مقالہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے احوال و آثار، اورینٹل کالج لاہور، بابت ۱۹۲۷ء، ص ۲۱

۳۱۔ فریدی، مولانا نور احمد خاں، تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۳۲

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۳۴

۳۳۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص ۵۲۴۔۵۱۶

۳۴۔ شبلی نعمانی، شعر العجم، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۷۲ء، ج ۲، ص ۱۱۸

۳۵۔ عظمت حسین خاں، ہندوستانی گائیکی میں خیال کا چلن، مَیکش دل رنگ مشمولہ جہان خسرو، ص ۹۱۰

۳۶۔ شبلی نعمانی، شعر العجم، ج ۲، ص ۱۲۰

۳۷۔ امیر خسرو، شرح کلام خسرو، ص ۸۷۸

۳۸۔ سید رغیب حسین، امیر خسرو اور ہندوستانی موسیقی، رسالہ آج کل، اگست، ۱۹۵۶ء، ص ۳۲

۳۹۔ شبلی نعمانی، شعر العجم، ج ۲، ص ۱۰۴

۴۰۔ امتیاز علی عرشی، بادشاہ نامے، رسالہ آج کل اگست، ۱۹۵۶ء، ص ۳۲

۴۱۔ غلام عباس، امیر خسرو و ماہر موسیقی، رسالہ نگار اکتوبر، ۱۹۷۳ء، ص ۳۰

۴۲۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص ۵۴۷

۴۳۔ جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ترجمہ وتحشیہ محمد ایوب قادری، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۰۳

۴۴۔ ایضاً، ص ۲۰۶

۴۵۔ حاجی نجم الدین سلیمانی، مناقب المحبوبین، مترجم افتخار احمد قریشی، حسن شبیر پرنٹرز لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۱۰۶

۴۶۔ ایضاً، ص ۲۴۹

۴۷۔ ایضاً، ص ۲۹۲

۴۸۔ ایضاً، ص ۲۰۸

۴۹۔ اللہ بخش رضا، (مرتب) تذکرہ جمال، موسیٰ پاک پرنٹرز ملتان، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۷

۵۰۔ احمد پوری، خواجہ گل محمد، تکملہ سیر الاولیاء، مترجم مسعود حسن شہاب، مکتبہ الہام بہاولپور، ۱۹۷۸ء، ص ۱۳۵

۵۱۔ منشی عبد الرحمٰن خاں، تاریخ ملتان ذیشان، آرٹس پرنٹنگ پریس ملتان، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۴

۵۲۔ حاجی نجم الدین سلیمانی، مناقب المحبوبین، ص ۲۴۹

۵۳۔ ایضاً، ص ۲۵۰

۵۴۔ منشی غلام حسن شہید، انوارِ جمالیہ (فارسی)، مترجم اللہ بخش رضا، مشمولہ تذکرۂ جمال مطبوعہ ملتان، ۲۰۰۶ء، ص ۲۷

۵۵۔ اسرار الکمالیہ، مترجم اللہ بخش رضا، مشمولہ تذکارِ جمال، مطبوعہ ملتان، ۲۰۰۴ء، ص ۳۹

۵۶۔ احمد پوری، خواجہ گل محمد، تکملہ سیر الاولیاء، ص ۶

۵۷۔ اللہ بخش رضا، تذکرۂ جمال، ص ۲۶

۵۸۔ حاجی نجم الدین سلیمانی، مناقب المحبوبین، ص ۲۵۹

۵۹۔ احمد پوری، خواجہ گل محمد، تکملہ سیر الاولیاء، ص ۱۳۵

۶۰۔ خواجہ عبید اللہ ملتانی، سرّ دلبراں (فارسی)، ملفوظات خواجہ خدا بخش خیر پوری، مطبوعہ، ملتان ۱۴۰۰ھ، ص ۴

۶۱۔ حکم چند، تواریخ ملتان، ص ۸۸

۶۲۔ شاہ سلیمان تونسوی، نافع السالکین (فارسی)، مرتبہ فقیر امام الدین، مطبع مرتضوی دہلی، ۱۳۱۰ھ، ص ۱۱۲

۶۳۔ منشی غلام حسن شہید، دیوان گامن، مطبوعہ ملتان، ۲۰۱۶ء، ص ۳۸

۶۴۔ ایضاً، ص ۴۰۔۳۵

۶۵۔ مسعود حسن شہاب، اولیائے بہاولپور، اردو اکیڈمی بہاولپور، ص ۱۶۸

۶۶۔ منشی غلام حسن شہید، انوار جمالیہ، ص ۷

۶۷۔ مہر عبدالحق، ملتان کے اسلامی دورِ حکومت کی چار عظیم شخصیتیں، مطبوعہ ملتان، ۱۹۷۸ء، ص۶

۶۸۔ خواجہ عبید اللہ ملتانی، سرّ دلبراں (فارسی)، ص ۲۹

۶۹۔ مولوی عبدالغفور انصاری، در تعریف خواجہ خدا بخش قلمی سرائیکی منظوم، ص ۴۶

۷۰۔ منشی عبدالرحمٰن خاں، تاریخ ملتان ذیشان، ص ۲۰۵

۷۱۔ محمد عادل، عباد الرحمٰن، مطبوعہ ملتان، ۱۹۹۹ء، ج ۱، ص ۱۸۷

۷۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۹۲

۷۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۹۳

۷۴۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۸۸

۷۵۔ منشی عبدالرحمٰن خاں، تاریخ ملتان ذیشان، ص ۳۵۴۔۳۵۶

۷۶۔ علامہ طالوت، حضرت عراقی کی اولاد، رسالہ تنویر ملتان، اگست ستمبر ۱۹۵۷ء، ص ۷۸

۷۷۔ اولاد علی گیلانی، مرقع ملتان، سیکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان، ۱۹۳۸ء، ص ۵۹۳

۷۸۔ اکرام الحق، شیخ، ارضِ ملتان، وفاق آفسٹ پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۵۲